85

خدا تعالیٰ سے دعائیں مانگو۔

(فرمودہ ۲۸؍دسمبر ۱۹۱۷ء برموقع جلسہ سالانہ مسجد نور)

تشہّد وتعوّذ کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیت پڑھی:

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَإِنِّيْ قَرِيْبٌ ۔ أُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ۔ (البقرہ:۱۸۷)

اور فرمایا:

جہاں اللہ تعالیٰ نے اپنی ہستی کے ثبوت میں اور ہزاروں ہزار ثبوت دیئے ہیں وہاں ایک نہایت زبردست اور عظیم الشان ثبوت قبولِ دعا کا بھی دیا ہے۔ باقی جس قدر ثبوت ہیں ان کا کثیر حصّہ ایسا ہے کہ جن سے ہستیٔ باری تعالیٰ کا ثبوت تو مل جاتا ہے۔ لیکن ان سے انسان کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا لیکن یہ ثبوت ایسا ہے کہ ایک پنتھ دو کاج۔ جہاں اس سے یہ ثابت ہو جاتا کہ خدا تعالیٰ ہے۔ وہاں انسان خود بھی بہت بڑا فائدہ حاصل کر لیتا ہے۔ پس مومنوں کیلئے یہ نہایت بابرکت اور مفید طریق ہے۔ اس لئے اس پر ہمیشہ کاربند رہنا چاہیئے۔

خدا تعالیٰ کی طرف سے جو جماعتیں قائم ہوتی ہیں۔ وہ ابتداء میں نہایت کمزور اور ضعیف ہوتی ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ دنیا کو یہ دکھانا چاہتا ہے کہ میرے مذہب کے پھیلانے میں کسی انسان کا دخل نہیں۔ چونکہ خدا تعالیٰ بڑا غیّور ہے۔ اسلئے وہ پسند نہیں کرتا کہ اس کے کام کے متعلق یہ کہا جائے کہ فلاں کی مدد اور کوشش سے ہوا ہے۔ پس اس کی ہمیشہ یہ سنّت ہے کہ ایسے نبی جن کے ذریعہ اُمّتیں قائم ہوتی ہیں کبھی کسی

ایسی جماعت یا قوم سے مبعوث نہیں کرتا جو پہلے سے دنیا میں رعب ۔ اقتدار اور غلبہ رکھتی ہو۔ بلکہ دنیاوی لحاظ سے نہایت چھوٹے درجہ اور غریب لوگوں سے ایسے انبیاءُ اُٹھاتا ہے۔ کیونکہ اگر وہ بادشاہوں کو اس کام کے لئے چُنے تو دنیا کہہ سکتی ہے کہ فلاں کے رعب اور حکومت کے ذریعہ فلاں سلسلہ چلا ہے۔ اس لئے خدا تعالیٰ ایسے لوگوں میں سے اُمّت قائم کرنیوالے انبیاء کو مبعوث نہیں کرتا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مخالفین اسلام کے مقابلہ میں تلوار چلانے کی ضرورت تھی۔ اسوقت اگر کوئی بادشاہ نبی بنا کر بھیجا جاتا تو دنیا کہتی کہ اس نے تلوار کے زور سے اسلام پھیلایا ہے۔ ورنہ دراصل اس میں کوئی خوبی اور صداقت نہیں۔ لیکن اب یہ کہنے والوں کے لئے کیسا سیدھا اور صاف جواب ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دیا ہے کہ مانا اسلام تلوار کے زور سے پھیلا۔ لیکن یہ تو بتاؤ کہ اسلام کی خاطر تلوار چلانے والے آئے کہاں سے تھے۔ ایک اتنی بہادر قوم کہ جس نے تلوار کے ذریعہ اسلام کی اشاعت کی۔ اس کے دل میں کس طرح اسلام داخل ہو گیا تھا۔ اور اگر اس کے دل میں دلائل و براہین کے ذریعہ اسلام جاگزیں ہو گیا تھا تو پھر کیا وجہ ہے کہ باقی لوگ دلائل کے ذریعہ حلقہ اسلام میں داخل نہ ہو سکتے تھے۔

پس یہ جو دندان شکن جواب دیا جاتا ہے۔ اسی لئے دیا جاتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ابتدائی حالت دنیاوی لحاظ سے بہت کمزور تھی۔ ورنہ دنیا پر یہ ثابت کرنا بہت مشکل ہو جاتا کہ اسلام تلوار کے ذریعہ نہیں پھیلا۔

تو اللہ تعالیٰ کی یہ سنّت ہے کہ وہ کسی جماعت کو حق پر قائم کرنے کے وقت غیرت دکھاتا ہے۔ اور یہ پسند نہیں کرتا کہ اس کا کام کسی اور کی طرف منسوب کیا جائے اس لئے وہ سب کچھ خود کرتا ہے۔ یعنی اسکا نام پھیلانے والے چھوٹے درجہ کے لوگ ہوتے ہیں۔ لیکن جب وہ اس کام کو شروع کرتے ہیں تو خدا تعالیٰ انہیں بڑا بنا دیتا ہے اس لئے وہ یہ نہیں کہہ سکتے کہ دین کا فلاں کام ہم نے کیا یا ہمارے ذریعہ دین پھیلا بلکہ یہ کہتے ہیں کہ فلاں کام کرنے کی وجہ سے ہم پر انعام ہوا۔ پس کوئی نبی۔ کوئی صحابی۔ کوئی ولی۔ کوئی بزرگ نہیں کہہ سکتا کہ ہماری طاقت اور ہمّت سے خدا کا دین پھیلا۔ بلکہ انکی ابتدائی حالت کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں دین کا خادم ہونے کی وجہ سے

اعلیٰ مراتب پر پہنچایا گیا۔رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو دیکھئے۔آپ کے زمانہ میں چونکہ ترقی نہایت سرعت کے ساتھ ہوئی ہے۔اس لئے انکی نظیر نہایت بیّن اور صاف ہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہونے والے لوگ کون تھے۔یہی کوئی اونٹوں کے چرانے والا۔کوئی معمولی دوکاندار۔کوئی معمولی زمیندار۔مگر اسلام میں داخل ہو کر جانتے ہو کیا سے کیا ہو گئے۔اسلام نے انہیں حکمران اور بادشاہ بنا دیا۔لیکن چونکہ وہ نہایت ادنیٰ حالت سے ترقی کر کے اسلام کی خدمت کرنے کی وجہ سے اعلیٰ درجہ پر پہنچے تھے۔اسلئے انکا نفس یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ میں نے کچھ کیا ہے۔بلکہ ان کے شکر گزار دل سے یہی آواز نکلتی تھی کہ ہم پر خدا نے فضل کیا ہے۔اور انکی گردنیں اسلام کے احسانات کے بار سے جھکی ہوئی تھیں۔اور وہ اقرار کرتے تھے کہ اسلام لانے کی وجہ سے ہم پر یہ انعام ہوئے ہیں۔کسی انسان کو سب سے بڑا سمجھنے والا اسکا اپنا نفس ہوتا ہے۔چنانچہ کوئی ذلیل سے ذلیل قوم ایسی نہیں جو اپنے آپکو اعلیٰ نہ سمجھتی ہو۔اور دیکھا گیا ہے کہ دنیا میں ادنیٰ سے ادنیٰ جو قومیں کہی جاتی ہیں۔ان کے کسی انسان کو بھی اگر کسی اعلیٰ کہلانے والی قوم سے رشتہ کیلئے کہا جائے تو وہ کہہ دیتا ہے کہ اس طرح ذات بگڑ جاتی ہے۔تو سب سے زیادہ انسان کا نفس اسکی عظمت اور بڑائی کا بیان کرنے والا ہوتا ہے۔لیکن میں آپ لوگوں کو ایک واقعہ سناتا ہوں۔اس سے معلوم ہو جائے گا کہ کس طرح اسلام کے احسانات کے نیچے عربوں کی گردنیں خم تھیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلافت کے مقام پر کھڑے ہوئے تو انکے والد کو کسی نے جا کر کہا کہ آپکا بیٹا خلیفہ ہو گیا۔یہ سُن کر بلحاظ اس قاعدہ کے انسان کا نفس اپنی تعریف چاہتا ہے۔طبعًا یہ نتیجہ نکلنا چاہئیے تھا کہ وہ کہتے کہ واقعہ میں ہمارا ہی خاندان اس قابل ہے کہ اس سے خلیفہ ہو۔اور کون ہے جو اس منصب کو حاصل کر سکے۔مگر اسلام کا احسان ان پر اس قدر بھاری تھا کہ ان کے نفس کو ذرا بھی سر اٹھانے کی جرأت نہ ہوئی۔کیونکہ انکی اپنی حالت دنیاوی لحاظ سے اتنی گری ہوئی تھی کہ نفس ان کو جتنا بھی بڑا بناتا وہ یہ نہیں کہہ سکتے تھے کہ ہمارا ہی خاندان اس قابل تھا کہ اس سے خلیفہ ہو۔چنانچہ انہوں نے نہ تو یہ کہا اور نہ ہی چُپ رہے بلکہ سنانے والے کو کہا کہ تم کو غلطی لگی ہے۔کیا ابو قحافہ (یہ انکا نام تھا)

کا بیٹا خلیفہ ہوسکتا ہے؟ [1]

ان کا یہ کہنا شہادت ہے اس بات کی کہ ان پر اسلام نے کس قدر بڑا احسان کیا تھا۔ ہوسکتا تھا کہ انکا نفس انہیں بڑا بنا کر دکھاتا۔ پھر وہ اوّلین صحابہ میں سے نہ تھے۔ بلکہ فتح مکّہ کے بعد اسلام لائے تھے۔ ایسے آدمی کا نفس بالکل مُردہ نہیں ہوسکتا۔ اسلئے وہ تو انہیں بڑا بناتا ہوگا۔ مگر باوجود اسکے کہ انکے بیٹے کا خلیفہ بننا اتنا بڑا انعام اور احسان تھا کہ وہ سمجھ ہی نہ سکتے تھے کہ میرے بیٹے کو یہ حاصل ہوسکتا ہے۔ اسی لئے انہوں نے بتانے والے کو کہا کہ تمہیں غلطی لگ گئی ہے۔ اس ایک مثال سے پتہ لگ سکتا ہے کہ کس طرح اسلام کے احسانات کے نیچے انکی گردنیں جھکی ہوئی تھیں۔

اس قسم کی ایک اور مثال سناتا ہوں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ جو قاضی مقرّر کئے گئے۔ ایک دفعہ دربار لگائے بیٹھے تھے کہ ایک نہایت قیمتی رومال نکال کر اس میں تھُوکا۔ اور اپنے آپکو کہا۔ واہ واہ ابوہریرہ اب تُو بھی بڑا بن گیا۔ حاضرین نے پوچھا آپ کے اس کہنے کا کیا مطلب ہے۔ انہوں نے بتایا کہ آپ لوگوں کو معلوم نہیں کہ پہلے میرا کیا حال تھا۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور عشق کی وجہ سے آپؐ کے دروازہ پر بیٹھا رہا کرتا تھا۔ اس وقت ہمارے گھرانہ کی اتنی بھی کائنات نہ تھی کہ مجھ اکیلے کو روٹی ہی کھلا سکتے اور کسی سے سوال کرنے سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا ہوا تھا۔ اس لئے سات سات وقت میں بھوکا رہتا اور جب انتہائے بھوک کی وجہ سے بے ہوش ہوکر گر جاتا تو لوگ جوتیاں مارا کرتے تھے۔ (عرب میں رواج تھا کہ مرگی کے مریض کو جوتیاں مارا کرتے تھے تاکہ اچھا ہوجائے۔ ان کے ساتھ بھی مرگی کا مریض سمجھ کر یہی سلوک کرتے تھے) مگر آج اسلام کے طفیل خدا نے وہ عزّت دی ہے کہ یہ رومال جو میرے ہاتھ میں ہے۔ اور جس میں میں نے تھوکا ہے ایران کے بادشاہ کسریٰ کا ہے۔ جسے وہ دربار کے وقت ہاتھ میں رکھا کرتا تھا۔ [2]

تو صحابہ کہاں تھے لیکن اسلام نے کہاں تک پہنچا دیا۔ غرض ابتدائی حالت انبیاء کی جماعتوں کی بہت کمزور ہوا کرتی ہے۔ جو سنت اللہ ہے۔ اور کمزوری کی حالت میں انسان کو بہت

---

[1] - تاریخ الخلفاء کانپوری ص ۵۳ حالات سیدنا ابوبکرؓ فصل فی مبایعۃ
[2] - بخاری کتاب الاعتصام بالکتاب والسنّۃ باب ماذکر النبیؐ وحض علی اتفاق اھل العلم۔

مضبوط سہارے کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔ اور ان جماعتوں کا سہارا دعا ہوا کرتی ہے۔ اسی کے ذریعہ انہیں کامیابی حاصل ہوتی ہے۔ ہم بھی چونکہ ایک نبی کی جماعت ہیں اور اس وقت ہماری ابتدائی حالت ہے اس لئے ہمیں دعاؤں کی سخت ضرورت ہے۔ اگر کوئی ایسی قوم جو دولتمند اور دنیاوی لحاظ سے طاقتور ہو۔ دُعا سے استغنا کرے۔ گو خدا تعالیٰ سے کوئی بھی استغناء نہیں کرسکتا۔ مگر وہ بظاہر نظر معذور کہی جاسکتی ہے۔ لیکن ہم جن کی کہ ابتدائی حالت ہے۔ ہم استغناء نہیں کر سکتے۔ ہماری حالت ہمیں مجبور کرتی ہے کہ خدا کے حضور دعائیں کرتے رہیں۔ چونکہ درد اور تکلیف میں دُعا زیادہ قبول ہوتی ہے اور ہماری ایسی ہی حالت ہے۔ اس لئے ہمارے لئے یہ موقع ہے کہ اس سے فائدہ اٹھائیں اور دعاؤں میں لگ جائیں۔ اس وقت جو میں نے آیت پڑھی ہے۔ اسمیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، کہ اگر میرے بندے مجھ سے دعا کریں تو میں انکی دعائیں سنتا اور قبول کرتا ہوں پس جب قرآن کریم میں یہ وعدہ ہے۔ اور ادھر ہماری یہ حالت ہے۔ تو ہمیں اس موقعہ سے فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ اس موقعہ کو ضائع کرنا نادانی ہوگی۔ اور یہ ایسی ہی بات ہوگی کہ ایک انسان سخت پیاسا ہو۔ اور اسے پانی بھی ملتا ہو لیکن وہ پیئے نہ۔ ہم پیاسے بھی ہیں۔ اور خدا تعالیٰ نے ہمارے لئے پانی بھی مہیّا کیا ہوا ہے۔ اور وہ دینے کو تیار بھی ہے۔ پھر اگر ہم اُسے نہ پئیں تو کتنا افسوس کا مقام ہوگا۔ پس اس موقع کو ہاتھ سے نہیں جانے دینا چاہیئے۔ بلکہ خاص طور پر اپنے لئے۔ اپنی جماعت کیلئے۔ اسلام کی اشاعت کیلئے دعائیں کرنی چاہئیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سفر میں دعائیں بہت قبول ہوتی ہیں [1] اس لئے میں آج آپ لوگوں کو جو ہزارہا یہاں موجود ہیں۔ تحریک کرتا ہوں کہ خوب دعائیں کریں بہت لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ سفر میں دعائیں کرنا چھوڑ دیتے ہیں۔ انکی ایسی ہی مثال ہے کہ یوں تو وہ اپنے پاس دوائی کی بوتل رکھتے ہیں۔ لیکن جب بیمار ہوں اُسوقت اُسے پرے پھینک دیتے ہیں۔ تو سفر میں کئی لوگ نمازیں پڑھنے اور دعائیں کرنے میں سُستی کرتے ہیں۔ حالانکہ یہی وقت خاص طور پر قبولیت کا ہوتا ہے۔ دیکھو اللہ تعالیٰ نے

---

[1] ترمزی کتاب الدعوات باب ما یقول إذا رَکب الناقة

ہم پر کتنا بڑا احسان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت حکم ہوا ہے کہ سفر میں چار[۴] کی بجائے دو[۲] رکعت نماز پڑھا کرو[۱]۔ یعنی خدا نے بتایا ہے کہ لو ایسی حالت میں ہم اپنا آدھا حقِ عبادت معاف کر دیتے ہیں۔ اس وقت میں بھی تم دعائیں مانگ لو۔ مگر کئی لوگ سفر میں اس طرف توجہ نہیں کرتے۔ میں اپنی جماعت کے لوگوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ جب تک یہاں رہیں۔ اس جگہ بھی اور رستہ میں بھی ضرور دعائیں مانگیں۔ ہمارے دشمن اس قدر طاقتور اور قوی ہیں کہ اگر خدا تعالیٰ کے وعدے ہمارے ساتھ نہ ہوں تو نہ معلوم انکا خیال کر کے ہماری حالت کیا ہو۔ اس لئے خدا تعالیٰ کے وعدوں کے پورا ہونے اور اس کے فضل کو جذب کرنے کیلئے ضروری ہے کہ آپ لوگ خاص طور پر دعاؤں میں مصروف رہیں۔ خدا تعالیٰ آپ لوگوں کو اس کی توفیق دے۔ آمین۔

(الفضل ۱۵؍ جنوری ۱۹۱۸ء)

---

[۱] بخاری کتاب الصلوٰۃ ابواب تقصیر الصلوٰۃ